تنبیہ الغافلین

تصنیف

سراج الدین علی خان آرزو

تصحیح و مقدمہ

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد اکرم

قیمت بغیر جلد : ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

شعبہ فارسی ، جامعہ پنجاب ، لاہور

ڈاکٹر عاشق مصطفیٰ*

ابو نصر الفارابی کے تعلیمی افکار

(ایک تقابلی و تنقیدی مطالعہ)

ابو نصر الفارابی تیسری صدی ہجری میں اپنے دور کے کامل فلسفی علوم و حکمت کے ماہر تھے۔ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے شریف النفس، ذہین و ذکی اور طبیعت کے اعتبار سے زاہد و قناعت پسند تھے۔ ابن ابی آصیبعہ نے اپنی کتاب 'عیون الالباء' میں ان کے بارے میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے[1]۔

ابو نصر الفارابی کی برتری اور جلالت شان کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ امام ابن سینا ان کی کتب سے استفادہ کرتے ہیں اور اس امر کا انکشاف عثمان محمد امین مصری نے فارابی کی کتاب احصاء العلوم کے مقدمے میں کیا ہے[2]۔

امام ابو الحسن البیہقی اپنی کتاب 'تتمہ صوان الحکمہ' میں لکھتے ہیں کہ حکماء چار گزرے ہیں۔ دو قبل از اسلام یعنی ارسطو اور اسکندر اور دو بعد از اسلام یعنی فارابی اور ابن سینا۔[3]

فارابی ایک بلند پایہ فلسفی تھے اور ان کی شہرت بھی اسی حوالے سے ہے لیکن ان کی مختلف تصانیف کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ تعلیم و تعلم کے سلسلے میں بھی مفید ترین خیالات رکھتے تھے۔ انھوں نے علم، تعلیم و تعلم، نصاب تعلیم، طلباء اور اساتذہ کے بارے میں اپنے خیالات جن کتب میں درج کیے ہیں، ان میں احصاء العلوم[4] سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ 'فصول المدنی'[5] اور 'الاراء المدینۃ الفاضلہ'[6]، میں بھی انھوں نے اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

فارابی کے تعلیمی نظریات پر بحث کرنے سے قبل فارابی کا مختصراً تعارف درج کیا جاتا ہے:

تعارف

پورا نام، ابو نصر محمد بن محمد اوزلغ الفارابی ہے[7]۔ ترکی الاصل تھے ان کے والد فوج میں سپہ سالار تھے۔ فارابی کی نسبت ان کے آبائی شہر فاراب سے ہے جو

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، ایس۔ای کالج، بہاولپور

ترکستان میں ماوراءالنہر (سیر دریا اور ارس . Aris) کے مقام اتصال پر واقع ہے :

"احدی مدن الترک فیماوراءالنہر یسمی الان اطرار"[8]

فارابی کی ابتدائی تعلیم یقیناً ان کے گھر پر اور والدین کی نگرانی میں ہوئی ہوگی لیکن اس سلسلے میں مؤرخین خاموش ہیں ۔ تاہم جب وہ بغداد میں آئے تو اکثر کتب میں لکھا ہے کہ ابو بشر متی سے اور پھر ابوبکر بن سراج سے علوم متداولہ خصوصاً علم نحو و منطق کی تعلیم حاصل کی ۔ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں : "فارابی جب بغداد پہنچے تو وہ ترکی زبان کے علاوہ متعدد لغات کے عالم تھے ۔ یہاں ماہر اساتذہ سے فیض پایا اور محنت کی تو علم کی بلندیوں سے ہم کنار ہوئے ۔"[9] ابو القاسم صاعد بن احمد الاندلسی ، جمال الدین قفطی اور ابن ابی اصیبعہ کا خیال ہے کہ فارابی نے یوحنا بن حیلان سے بھی علوم پڑھے ۔[10] ابو نصر فارابی مطالعہ کے بے حد شوقین تھے ۔ تمام رات کتاب بینی میں مصروف رہتے اور حکمت و فلسفہ کے مسائل پر غور و فکر کرتے اور ان کی شروح لکھتے ۔ فارابی کی علمی محنت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ارسطو کی کتاب "النفس" ایک سو مرتبہ پڑھی اور "کتاب السماع الطبیعی" "چالیس مرتبہ۔"[11] اس بات کی تائید مسٹر نیکولس اپنی کتاب کے تعارفی جملوں میں یوں کرتا ہے :

> "It is reported that he read Aristotle's Physics forty times and his Rhetoric two hundred times."[12]

مصنف مذکور نے مزید لکھا ہے کہ فارابی کو ارسطو کے شارح ہونے کی حیثیت سے جو مقام حاصل ہوا ، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ 'المعلم الثانی' کے لقب کے مستحق قرار پائے ۔ کیونکہ ارسطو کو معلم اول کہا جاتا ہے ۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ فارابی نے بغداد میں خوب علمی ترقی حاصل کی ۔ وہ اپنی خداداد صلاحیتوں ، عبقری شخصیت اور ذہن رسا کی وجہ سے حکماء میں امامت کی سعادت سے بہرہور ہوئے ۔ فارابی کی علمی فضیلت کا اعتراف بو علی سینا بھی کرتے ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ میں مابعدالطبیعات کو سمجھنے سے مایوس ہو گیا تھا لیکن جب میں نے ابو نصر فارابی کی کتب کا مطالعہ کیا تو مجھے اس قدر کامیابی ہوئی کہ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا ، روزہ رکھا اور صدقہ کیا ۔[13]

فارابی کی زندگی عسرت و تنگدستی کا شکار رہی اور یہ چیز اس کی طبیعت کا حصہ تھی۔ وہ دمشق میں سیف الدولہ کے پاس رہے لیکن بہت معمولی روزینہ پر گزارہ کرتے رہے۔ انھوں نے نہ تو کوئی گھر بنایا اور نہ ہی ان کا کوئی اثاثہ تھا۔ بہرحال یہ درویشی اور کفاف و قناعت ان کی علمی و فکری بلندی میں معاون بنی۔ امیرحلب سیف الدولہ، فارابی کا بہت احترام و اکرام کرتا تھا۔ کیونکہ وہ آن کے علمی مرتبہ سے آگاہ تھا :

"و اکرمہ سیف الدولۃ و عرف موضعہ من العلم و منزلتہ من الفہم۔"[۱۴]

فارابی علم و حکمت کے شیدائی تھے اور وہ اس میں اس قدر شغف رکھتے تھے کہ ان کو دنیاوی امور ہیچ نظر آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھیں قضاۃ کا منصب ملا تو ابتدا میں قبول کر لیا مگر بہت جلد اسے چھوڑ کر اپنے طبعی رجحان کی جانب لوٹ آئے۔

فارابی سیاحت کے بے حد شوقین تھے۔ان کی پوری زندگی اسی میں گزری۔وہ سکون اور تنہائی پسند کرتے تھے۔ طبیعت میں یاسیت بہت زیادہ تھی۔ اپنی انفرادیت برقرار رکھتے تھے۔ترکی لباس اور ترکی ٹوپی ان کی خاصیت بن گئی تھی۔[۱۵] وہ حقیقت پسند اور متواضع تھے۔ غرور و تکبر سے دور تھے۔ عیون الانباء میں لکھا ہے کہ فارابی سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اپنے آپ کو ارسطو سے زیادہ عالم سمجھتے ہیں تو فارابی نے انکسار کے ساتھ جواب دیا کہ اگر میں ارسطو کے زمانے میں ہوتا تو اس کا شاگرد بننا پسند کرتا :

"لو ادرکتہ لکنت من اکبر تلامیذہ"[۱۶]

ابن خلکان نے فارابی کی زندگی کا ان الفاظ میں خاکہ پیش کیا ہے :

"کہ وہ عظیم فلسفی پوری زندگی کسی تالاب ، ندی کے کنارے یا کسی سرسبز باغ میں علمی کاموں میں مشغول دیکھے گئے۔نہ تو مال چاہا، نہ دوست بنایا اور نہ اولاد کی خواہش کی۔ وہ چاہتے تو سیف الدولہ کے پاس زندگی کی آسائشوں سے لطف اندوز ہو سکتے تھے ، مگر انھوں نے ضرورت کی حد تک چاہا اور پایا۔ اس سے زیادہ نہیں لیا۔[۱۷]

فارابی کی وفات بالاتفاق ۳۳۹ھ میں ہوئی۔ وہ ایک سفر میں امیرحلب سیف الدولہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں وفات ہوئی۔ سیف الدولہ نے اپنے ساتھیوں سمیت ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں وہی سپرد خاک کر دیا گیا۔

تصانیف

فارابی کی بے شمار تصانیف ہیں اور مؤرخین و سوانح نگاروں نے ان کی تصانیف کو اپنی اپنی کتب میں بیان کیا ہے ۔ جن علماء نے ان کی تصانیف کا تفصیلی ذکر کیا ہے ، ان میں عمر رضا کحالہ ، خیرالدین زرکلی ، البغدادی ، القفطی ، ابن ابی اصیبعہ اور ابو الحسن البیہقی[۱۸] قابل ذکر ہیں۔زرکلی نے ایک سو کتب فارابی کی طرف منسوب کی ہیں :

''ولہ نحو مائۃ کتب''[۱۹]

عباس محمود العقاد نے فارابی کی کتب مضامین کے اعتبار سے مرتب کر کے لکھی ہیں ۔[۲۰] اس طرح محب الدین خطیب و عبدالفتاح نے فارابی کی ایک کتاب کے ترجمے میں ان کی کتب درج کی ہیں جو ایک سو سے زائد ہیں ۔[۲۱]

فارابی کے تعلیمی نظریات

جیسا کہ تعارف میں مذکور ہوا کہ فارابی نے علم ، تعلیم و تعلم ، نصاب تعلیم اور طلباء و اساتذہ کے بارے میں اپنے خیالات کو مرتب انداز میں لکھا ہے ، ''احصاء العلوم'' میں علوم کی تقسیم اور تدوین اور علوم کے مدارج پر بحث کی ہے اور جستہ جستہ معلومات ''فصول المدنی'' اور الآراء المدینۃ الفاضلہ میں بھی مباحث آئے ہیں ۔

ابو نصر فارابی تیسری اور چوتھی صدی کے عالم ہو گزرے ہیں ۔ انھوں نے جو کچھ لکھا اور بیان کیا ہے اس میں اس دور کی ضروریات اور تقاضے شامل ہیں ۔ لیکن یہ امر باعث حیرت و استعجاب ہے کہ آن کی یہ تصانیف صدیوں تک برابر مقبول رہیں اور اب بھی ان کتب کی قدر و منزلت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ۔ ذیل کی سطور میں فارابی کے تعلیمی نظریات کو اہم عنوانات کے تحت زیر بحث لایا جاتا ہے :

(۱) علم کیا ہے

فارابی کے نزدیک علم ایک حقیقت ، سچائی اور یقین کا نام ہے جو ہر زمانے میں سچائی اور یقین کی صورت میں موجود رہے اور کسی خاص وقت میں اس کا وجود ، دوسرے وقت میں اس کے تغیر کی خبر نہ دے ، وہ فصول المدنی میں میں لکھتے ہیں :

''العلم الحقیقی ، ماکان صادقاً یقینیاً فی الزمان کلہ ۔''[۲۲]

"Real knowledge is what is true and certain at all times"[۲۳]

ترجمہ : ''علم حقیقی وہ ہے جو تمام زمانوں میں سچا اور یقینی ہو۔''

اس اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فارابی کے نزدیک علم ایک ایسی حقیقت ہے جس میں تغیر کا کوئی امکان نہیں ۔ فارابی اس بات کی وضاحت تین اور چار کے عدد کے علم کی مثال سے کرتے ہیں کہ تین کا عدد فرد ہے اور چار کا زوج ، اور یہ ایک ناقابل تغیر حقیقت ہے اور ان کے بارے میں حاصل ہونے والا علم یقینی اور قطعی ہوگا ۔[۲۴]

فارابی مزید لکھتے ہیں کہ لفظ علم کا اطلاق بہت سی اشیاء پر ہوتا ہے لیکن وہ علم جو نظری فضیلت (Speculative Virtue) کا حصہ ہے ، اس سے انسان کو موجودات کے بارے میں یقینی علم حاصل ہوتا ہے ۔ یہ علم ان مقدمات صادقہ پر مشتمل ہوتا ہے جو ہمہ گیر اور ضروری ہوتے ہیں اور اس سے عقل کو معلومات حاصل ہوتی ہیں ۔[۲۵]

فارابی کے نزدیک وہ علم جو یقینی نہ ہو یا مرور ایام اس کا ابطال ظاہر کر دے، اس پر لفظ علم کا طلاق درست نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم علماء نے اس ادراک کو جو ایک حال میں تغیر پذیر ہو ، علم تسلیم نہیں کیا ۔ علم تو کسی ایسی شی کے وجود کا نام ہے جس میں تغیر ممکن نہ ہو :

''جعلوا العلم ھو الیقین بوجود الشی الذی لایمکن ان یتغیر۔''[۲۶]

ترجمہ : کہ انہوں نے علم اُسے کہا ہے جو کسی خاص شی کے وجود کا نام ہو جس میں تغیر و تبدیل کا امکان نہ ہو ۔

(۲) ذرائع علم

فارابی نے علم کی حقیقت اور اس کے تصور کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر پر بھی بحث کی ہے کہ وہ کون کون سے ذرائع ہیں جن سے علم حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ ذیل میں ان چند ذرائع کا ذکر کیا جاتا ہے جنھیں فارابی نے حصول علم کے سلسلے میں ضروری قرار دیا ہے :

الف ۔ عقل

ابو نصر الفارابی ذرائع علم میں عقل انسانی کو بہت اہمیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں ۔ انہوں نے عقل کی مختلف اقسام بیان کی ہیں اور حصول علم کے سلسلے میں

ان کے خواص اور دائرہ عمل کو بیان کیا ہے ۔ مثلاً

۱۔ عقل تصوری	Speculative Intellect
یا	or
عقل نظری	Rational Speculation
۲۔ عقل فکری	Reflective Intellect
۳۔ عقل عملی	Practical Wisdom
۴۔ عقل بالقوہ	Intellect in Potency
۵۔ عقل بالفعل	Intellect in act

فارابی کے نزدیک عقل انسانی ایک قوت ہے جو انسان کو عطا کی گئی ہے ۔ انسان اس کی راہنمائی سے ابتدائی معلومات حاصل کرتا ہے۔ ابتدائی معلومات حاصل ہونے سے قبل یہ عقل بالقوۃ (Intellect in Potency) انسان میں موجود ہوتی ہے ، لیکن جب اسے ابتدائی معلومات حاصل ہوتی ہیں تو وہ عقل بالفعل (Intellect in act) کا درجہ پا لیتی ہے ۔ اس کے بعد فارابی عقل بالفعل کی خصوصیت بیان کرتے ہیں کہ جو قوت اس میں رکھی گئی ہے ، اس سے انسان کو غور و فکر اور استنباط کی قوت حاصل ہوتی ہے اور اس ذریعہ سے جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہ صحیح اور یقینی ہوتے ہیں اور ان میں غلطی کا امکان بھی نہیں ہوتا :

> "This faculty can not be in error to what occurs to it, but all the species of knowledge which reach it, are true and certain and can not be other-wise."[۲۸]

ب ۔ تجربہ

فارابی نے تجربہ کو بھی ذرائع علم میں شمار کیا ہے ۔ اس امر کا اظہار وہ عقل بالقوۃ اور عقل بالفعل کے فرق کو بیان کرتے ہوئے کرتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ ہر انسان کے پاس عقل بالقوۃ موجود ہے ۔ جب وہ مختلف امور میں تجربہ حاصل کرتا ہے تو یہی عقل بالقوہ عقل بالفعل کہلاتی ہے اور جس قدر تجربہ بڑھتا ہے اسی قدر یہ عقل بھی نشو و نما پاتی ہے ۔ یوں محرک تجربہ قرار پاتا ہے اور یہ حسی مدرکات میں ایک قوی ذریعۂ علم ہے اور یہاں یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ فارابی تجربہ کو بھی ذرائع علم میں اہم سمجھتے ہیں ۔

ج - رائے کی عمدگی (Excellence of Idea)

فارابی کا خیال ہے کہ ذرائع علم میں رائے (Idea) کو بھی اہمیت حاصل ہے - اسے وہ جودۃ الرائے کا نام دیتے ہیں - انسان جب کسی تجربے سے گزرتا ہے تو اس سے اس کے خیال یا رائے میں پختگی اور صحت آتی ہے - کیونکہ انسان اپنی ذہنی قوت (Power of Discernment) کو بروئے کار لاتا ہے اور پھر وہ اس قابل ہوتا ہے کہ مختلف آراء میں سے درست رائے یا خیال کا انتخاب کر سکے - فارابی کا خیال ہے کہ رائے کی عمدگی حصول علم میں معاونت کرتی ہے - یہ انسان کو نیکی کا راستہ بتاتی ہے اور دلائل سے نتائج تک پہنچاتی ہے - نیز معلومات اخذ کرنے میں انسان کو لغزش اور خطا سے بچاتی ہے -[۲۹]

د - تلاش و جستجو

ابو نصر الفارابی کا خیال ہے کہ معلوم اشیاء کا علم مقدمات سے حاصل ہوتا ہے لیکن مزید علم حاصل کرنے کے لیے تلاش و جستجو اور استنباط کی ضرورت پیش آتی ہے - فارابی علمی ترقی کے لیے تلاش و جستجو کو بنیاد قرار دیتے ہیں - اس سلسلے میں انھوں نے اپنی کتاب ''تحصیل السعادہ'' میں نظری فضائل کو خالص فلسفیانہ انداز میں خوب شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے -[۳۰]

فارابی نے یہاں تین امور بیان کیے ہیں : تأمل ، تفحص و استنباط اور تعلیم و تعلم - حقیقت یہ ہے کہ آج بھی حصول علم اور تلاش حقیقت کے یہی ذرائع اور اصول ہیں جو بیان کیے جاتے ہیں اور تحصیل علم میں ممد و معاون ہیں -

فارابی کا کہنا ہے کہ علوم کو حاصل کرنے کے سلسلے میں جب محنت کی جاتی ہے اور تلاش و جستجو سے مجہول اشیاء کو معلوم کیا جاتا ہے تو یہ معلوم اشیاء مزید معلومات کا باعث بنتی ہیں - یوں انسان نہ صرف مطلوبہ نتائج حاصل کر لیتا ہے بلکہ اسے علمی ترقی بھی نصیب ہوتی ہے :

> "By investigation or instruction one seeks the knowledge of things that are unknown from the out-set. When they are being investigated and their knowledge is sought, they are problems; and afterwards when man's inference or study has led to conviction, opinion or knowledge about them they become conclusion."[۳۱]

۰ ۔ وحی الٰہی

ذرائع علم میں فارابی نے وحی الٰہی کو بہت اہمیت دی ہے اور اسے ضروری بتایا ہے ۔ فارابی کا خیال ہے کہ عقلی معیار کے اعتبار سے ہر شخص ایک جیسا نہیں ہے اور نہ ہی بحیثیت مجموعی انسانی عقول اس لائق ہیں کہ جملہ علوم و فنون اور حقائق کائنات کو احاطۂ علم میں لا سکیں ۔ اس لائق صرف ایک ذات ہے اور وہ اللہ جل شانہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم حقیقی سے نوازنے اور معاملات حیات میں ہدایت دینے کے لیے وحی اور نبوت کا ادارہ عطا فرمایا ہے۔ وحی ذریعہ علم بھی ہے اور رشد و ہدایت کا واحد طریقہ بھی !

فارابی کہتے ہیں کہ وحی الٰہی کو سمجھنے اور اس سے منشاء الٰہی معلوم کرنے کے لیے ہر شخص اس قدر ذی استعداد نہیں کہ وہ اس گہرائی کو پہنچ سکے جو ایک انتہائی عقل مند اور صاحب علم سے ممکن ہے ، یعنی نبی و رسول ۔ اگر ہر شخص عقلی معیار کے اعتبار سے برابر ہوتا تو وحی و نبوت کی ضرورت نہ ہوتی ، فارابی کہتے ہیں :

"ولو کان کذلک لوکل الناس الی عقولھم و لما کانت بھم حاجة الی نبوة ولا الی وحی ۔"[۳۲]

فارابی نے انسانی عقول کا عقل الٰھیہ سے موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر انسان عقل میں غایت کمال کو بھی پہنچ جائے تو بھی وہ عقل الٰھیہ کے سامنے ایک بچے کی طرح ہے ۔[۳۳]

(۳) مقاصد تعلیم

ابو نصر الفارابی مقاصد تعلیم پر بحث کرتے ہوئے اس کے مندرجہ ذیل مقاصد بیان کرتے ہیں :

الف ۔ خیر عظیم

تعلیم خود خیر ہے اور خیر عظیم کے حصول کا ذریعہ بھی ہے ۔ قرآن مجید نے ایتائے حکمت یعنی حصول علم و معرفت کو خیر کثیر کہا ہے ۔[۳۴] اسی فرمان الٰہی سے استفادہ کرتے ہوئے فارابی کا خیال ہے کہ جو شخص یا جو قوم تعلیم و تعلم کو شعار زندگی بناتی ہے تو اُسے اس سے خیر عظیم (بہت ساری بھلائیاں) نصیب ہوتی ہیں ۔ یعنی زندگی کے جملہ پہلوؤں میں بھلائیوں کا انبوہ کثیر نصیب ہوتا ہے ۔

فارابی خیر عظیم کے حصول میں انسانی عقل و دانش اور رائے کی عمدگی اور فیصلے کی پختگی کو بنیاد قرار دیتے ہیں۔ نظم مملکت، تدبیر منزل، اصلاح ذات عقلی قوتوں کا انشاء اور اصلاح احوال ان سب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جب انسان غور و فکر کے بعد ان امور کے سلسلے میں عملی اقدامات کرتا ہے اور زندگی کے جملہ معاملات میں تعلیم و تعلم سے روشنی حاصل کر کے ان پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے تو بالآخر اُسے خیر عظیم نصیب ہوتی ہے۔[۳۵]

ب۔ فلاح و سعادت

ابو نصر الفارابی مقاصد تعلیم پر بحث کرتے ہوئے سعادت اور فلاح کے حصول کو بھی ایک مقصد تعلیم قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا ایک رسالہ "تحصیل السعادۃ"[۳۶] (Attainment of Happiness) ہے۔ جس میں ایک طویل فلسفیانہ بحث و تمحیص کے ذریعہ اس امر کو ثابت کیا ہے کہ فضائل نظری، فکری، اخلاقی اور عملی فنون وہ حقیقی ذرائع ہیں جو علوم کے اصل سرچشمے ہیں اور ان کے حصول سے حصول سعادت ممکن ہے۔

فارابی کے نزدیک سعادت وہ غایت ہے کہ جو اچھے اعمال کے نتیجہ میں میسر آتی ہے اور اچھے اعمال یقینی طور پر حصول علم، تعلیم و تعلم اور اکتساب فنون سے انسان کے اندر پیدا ہوتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"بل السعادة غاية شانها ان تنال بالافعال الفاضلة على مثال حصول العلم عن التعلم و الدرس و حصول الصنائع عن تعلمها۔"[۳۷]

ج۔ حصول کمال (Achievement of Perfection)

فارابی انسانی تخلیق کی غایت حصول کمال قرار دیتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں حصول کمال کے لیے عقلی برتری اور اس سے متعلق اصول و مبادی کو ضروری خیال کرتے ہیں اور یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر لمحہ حصول کمال کے لیے کوشاں رہتا ہے اور ان تمام اشیاء سے مدد لیتا ہے جو اُسے کمال (Perfection) تک پہنچا دیں۔[۳۸]

فارابی نے حصول کمال اور سعادت کے سلسلے میں یہ لطیف نکتہ بیان کیا ہے کہ یہ کسی ایک فرد کا کام نہیں کہ وہ جملہ کمال و سعادت حاصل کرے۔ اُسے حصول علم کی کوششوں اور تلاش و جستجو اور موجودات پر غور و فکر سے جزوی کمال و سعادت تو حاصل ہوگی لیکن ہمہ پہلو اور ہمہ جہت کمال و سعادت ایک اجتماعی کام ہے جسے سب لوگ مل کر کریں تو یہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔[۳۹]

د - ارکان تعلیم

تعلیم و تعلم ایک ایسا عمل ہے کہ اس میں استاد و شاگرد کے درمیان باہمی اشتراک اور یکجہتی بہت ضروری ہے - اسی طرح استاد و شاگرد کے ساتھ ساتھ نصاب تعلیم بھی ایک ایسا رکن تعلیم ہے کہ پہلے دو ارکان کے ساتھ اس کی ہم آہنگی تعلیم کے عمل کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنا دیتی ہے - ذیل میں ان تینوں ارکان تعلیم کے بارے امام ابو نصر الفارابی کے نقطہ نظر کو واضح کیا جاتا ہے - اس سے ہمیں بخوبی اندازہ ہوگا کہ فارابی نے معلم و متعلم کو حصول علم کے سلسلے میں کیا ہدایات دی ہیں اور یہ بھی کہ خود فارابی کے تعلیمی رحجانات کیا ہیں :

ہ - طلباء کو ہدایات

(۱) الفارابی حصول علم کے لیے طالب علم کے نوجوان ہونے کو پسند کرتے ہیں - ان کے نزدیک یہ کٹھن اور مشکل کام نوجوان ہی بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں -

(۲) طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ درست مزاج ، مؤدب اور بڑوں کے عمدہ اوصاف کو اختیار کرنے والا ہو -

(۳) طالب علم کو چاہیے کہ وہ علم اور اہل علم کی تعظیم و تکریم کرے اور اس کے نزدیک ان سے زیادہ کوئی بھی قدر و منزلت والا نہ ہو -

(۴) فارابی نے ضروری قرار دیا ہے کہ حصول علم و کمال کے لیے طالب علم کو متواضع اور منکسر المزاج ہونا چاہیے - وہ لکھتے ہیں :

"من رفع نفسه فوق قدرها صار نفسه محجوبة عن نیل کمالها -"[40]

کہ جو اپنے آپ کو اوپر اٹھائے گا (متکبر ہوگا)، اس کا اپنا نفس حصول کمال میں رکاوٹ ثابت ہوگا -

(۵) فارابی طالب علم کے لیے عمدہ اخلاق اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں - وہ چاہتے ہیں کہ طالب علم عفیف و پاک دامن اور وعدہ کا پکا ہو نیز وہ خیانت ، مکر و فریب اور حیلہ جوئی سے دور رہے - چاہیے یہ کہ وہ اعلیٰ اوصاف کو اختیار کرے -

(۶) طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ رزق حلال پر کاربند رہے - وہ علم کو پیشہ اور ذریعہ معاش نہ سمجھے -[41] نیز اعلیٰ اخلاقی اوصاف کو اختیار کرے -

(۷) فارابی اس امر کا واضح طور پر اظہار کرتے ہیں کہ جس نے علم حاصل کیا مگر اس سے اس نے اپنے اخلاق درست نہ کیے وہ آخرت کے اعتبار سے سعید و خوش بخت نہ ہوگا -[42] ان کا یہ بھی خیال ہے کہ جس شخص کے اخلاق ناپسندیدہ ہوں اور وہ اُن کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتا وہ صحیح علم بھی حاصل نہیں کر پاتا -[43]

(۸) فارابی طالب علم کو یہ مشورہ بھی دیتے ہیں کہ وہ قرآن مجید ، لغت اور دیگر علوم شرعیہ کا مطالعہ کرے - نیز وہ دیگر طبعی علوم کو سیکھنے کی جانب توجہ بھی دے -

اوپر فارابی نے طالب علموں کے لیے جو ہدایات درج کی ہیں ان سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ فارابی طلباء کے لیے تعمیر کردار کو بڑی اہمیت دیتے ہیں - اگر نوجوان نسل کے اخلاق و کردار کی تہذیب ہو گئی تو وہ نہ صرف تعلیم حاصل کرے گا بلکہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملک و قوم کے لیے بھلائی اور ترقی کا فریضہ بھی سرانجام دے سکے گا اور یہ امر واضح ہے کہ جب اساتذہ ، تعلیمی ادارے ، والدین اور معاشرہ نوجوان نسل کے اخلاق و کردار کو سنوارنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکیں تو پھر اس کا جو حشر ہوگا وہ ہمارے سامنے ہے - ہم فارابی کی بصیرت کو داد دیتے ہیں کہ وہ واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں :

''من لم یصلح اخلاق نفسه لم یمکنه ان یتعلم علماً صحیحاً -''[44]

و - معلمین کے لیے ہدایات

فارابی نے معلم کے لیے جو ہدایات دی ہیں ان میں بھی اصلاح ذات اور تعمیر کردار کے پہلو کو اہمیت دی گئی ہے - معلمی جہاں ایک مقدس فریضہ ہے وہاں یہ ایک فنی کام بھی ہے جس کے لیے علم ، حکمت ، موقع شناسی اور جملہ اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہوتی ہے - ذیل میں فارابی کی ان ہدایات کو درج کیا جاتا ہے جو انھوں نے معلمین کے لیے دی ہیں :

(۱) الفارابی معلم کو پہلی اہم ہدایت یہ کرتے ہیں کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ عمل پر بھی توجہ دے ، کیونکہ علم کی غایت طبائع کی معرفت ہے

اور عمل کی غایت اصلاح ذات ہے ، جب ایک معلم ان دونوں سے آراستہ ہوگا تو وہ طلباء کی اصلاح کر سکے گا اور اسی اصلاح کا دائرہ متعلم سے بڑھ کر منزلی اور مدنی سطح پر معاشرتی اصلاح کا باعث ہوگا۔[۴۵]

(۲) فارابی معلم کو تین امور پیش نظر رکھنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ پہلی چیز متعلم کی طبیعت ہے کہ وہ تعلیم کے سلسلے میں کس درجہ دلچسپی رکھتا ہے۔ دوسری بات استحقاق کی ہے۔ فارابی کہتے ہیں کہ معلم اسے تعلیم دے جو اپنے اندر حصول علم کا شوق رکھتا ہو۔ تیسری بات محنت اور غور و فکر کی عادت ہے۔ معلم کو خود بھی محنت اور غور و فکر کا عادی ہونا چاہیے اور وہ طالب میں بھی یہ خصوصیت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

(۳) فارابی استاد کو ایک ایسے معتدل رویہ کی تاکید کرتے ہیں کہ جس کے مطابق طالب علم کے ساتھ نہ تو بلاوجہ سختی کی جائے اور نہ ہی بے جا لاڈ پیار سے کام لیا جائے۔ کیونکہ بے جا گرفت طالب علم میں نافرمانی کے جذبے کو پیدا کرتی ہے۔ جبکہ محض تواضع اور نرم روی اسے گستاخ اور کام چور بنا سکتی ہے۔ اس لیے وہ رویہ اختیار کیا جائے جو بہتر اور مؤثر ثابت ہو۔[۴۶]

> "In teaching two extremes must be avoided. The teacher must be neither excessively strict nor excessively lenient. For, if he is too strict, he errs through excess, and if he is too lenient, he errs through defect."[۴۷]

(۴) فارابی معلم کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ تعلیم و تعلم کے سلسلے کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھے۔ ان کا خیال ہے کہ تھوڑا مگر مسلسل کام یقینی نتائج لاتا ہے۔ وہ اس امر کو اس مثال سے واضح کرتے ہیں کہ اگر تسلسل کے ساتھ پانی کا ایک قطرہ پتھر پر گرتا رہے تو وہ بھی اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔ اس طرح اگر معلم باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ طالب علم تک علم پہنچاتا رہے تو وہ اسے ایک وقیع منزل علم تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

(۵) فارابی کا خیال ہے ایک معلم کا منصب تعلیم و تعلم ایک مکمل اور ہمہ وقتی کام ہے - اس لیے معلم کو چاہیے کہ وہ دیگر غیرضروری مشاغل ترک کر دے ، کیونکہ جب ایک آدمی حد اعتدال سے زیادہ مشاغل اختیار کر لیتا ہے تو پھر وہ نہ تو ان میں ترتیب و تنظیم برقرار رکھ سکتا ہے اور نہ ہی وہ ان کو کماحقہ انجام دے سکتا ہے -

معلمین کے ان آداب کی روشنی میں ہم فارابی کے معلم کو با کردار ، باہمت ، مسلسل کام کرنے والا اور شفیق و مہربان دیکھتے ہیں - فارابی اپنے معلم میں وہ تمام صفات دیکھنا چاہتا ہے جو کسی بھی میدان کے ماہر کے اندر ضروری ہیں یعنی علمی قابلیت ، اعلیٰ ذہنی صلاحیت وغیرہ -

ز - نصاب تعلیم

فارابی ، علوم کی تقسیم میں علماء مشرق و مغرب کے سرخیل ہیں - آن کی کتاب ''احصاء العلوم''[۴۹] ایک نادر کتاب ہے جو دسویں صدی عیسوی میں تالیف کی گئی - فارابی نے علوم کی تفصیل و تقسیم کو پانچ فصول میں بیان کیا ہے - عرب و عجم ، مشرق و مغرب کے ماہرین تعلیم نے بعد کے ادوار میں اسی ترتیب کو بطور نصاب تعلیم اختیار کیا ہے -[۵۰]

اس تقسیم سے علوم کی افادیت و غایت معلوم ہوتی ہے - قاری کے لیے مختلف علوم کا باہمی موازنہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ علوم میں افضل ، اوثق اور زیادہ قابل یقین کونسا ہے تاکہ اسے تعلیم میں اسی اہمیت سے پڑھایا جا سکے -[۵۱]

فارابی نے احصاء العلوم میں علوم کی جو ترتیب قائم کی ہے وہ طبعی ربط کو بھی اپنے مخصوص انداز میں برقرار رکھتی ہے اور موضوعات کے مابین منطقی نظم بھی قائم کرتی ہے- نصاب تعلیم کے سلسلے میں فارابی نے جو پانچ فصول باندھی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) علم اللسان
(۲) علم المنطق
(۳) علم التعالیم
(۴) علم الطبیعی
(۵) علم المدنی

فارابی نے نہایت تفصیل اور شرح و بسط سے ان علوم کی حقیقت کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کی افادیت پر بھی گفتگو کی ہے۔

فارابی کے تعلیمی نظریات کا تنقیدی و تقابلی جائزہ

(۱) ابو نصر الفارابی کے تعلیمی نظریات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ہماری توجہ سب سے پہلے اس امر کی جانب مبذول ہوتی ہے کہ فارابی نے ریاست فاضلہ کے لیے علم اور علماء کی ضرورت کو اہمیت سے بیان کیا ہے۔ اس امر کے پیش نظر یہ رائے قائم کرنا قرین صحت ہوگا کہ فارابی تعلیم کی معاشرتی اور اخلاقی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ مغربی مفکرین نے تعلیم کے سلسلے میں انسانی بہتری اور ترقی کا جو نظریہ بہت بعد میں پیش کیا اسے فارابی نے بہت ابتداء ہی میں بیان کر دیا۔ ان کے نزدیک تعلیم خیر عظیم، دائمی سعادت اور بھلائی کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ اپنی دو کتب، ''فصول المدنی'' اور ''الاراء اھل المدینۃ الفاضلہ'' میں انہوں نے اس حقیقت کا برملا اظہار کیا ہے کہ اگر تعلیم کے شعبہ کو ترقی نہ دی گئی اور علماء کو ریاست کے معاملات میں شریک نہ کیا گیا تو اس سے حرج[۵۲] عظیم ہوگا۔

(۲) فارابی ایک بلند پایہ فلسفی ہیں۔ ان کا انداز فلسفیانہ ہے۔ وہ جب علم کے ذرائع پر بحث کرتے ہیں تو عقل انسانی کو بہت اہمیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ تاہم ان کے نزدیک حواس ظاہری بھی علم کے حصول کے ذرائع میں بہت بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم زندہ ہونے کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ ہم محسوس کرتے ہیں اور محسوسات کا ادراک بھی کرتے ہیں۔ اس لیے ثابت ہوا کہ حواس بھی معلومات حاصل کرنے کا وقیع ذریعہ ہیں۔[۵۳]

(۳) تناظری نقطہ نظر سے وہ تمام مفکرین تعلیم جو تجربیت پسند (Empiri-cist) ہیں، ابو نصر الفارابی کے ہم نوا ہیں۔ کیونکہ وہ تمام علوم کی بنیاد حسیات (Sensations) کو قرار دیتے ہیں۔ اس میں افلاطون اور ارسطو قدیم فلاسفہ میں[۵۴]، اور جدید ماہرین تعلیم میں بیکن (Bacon)، ہابس (Hobbes) اور جان لاک (J. Locke) قابل ذکر ہیں۔ ان کے نزدیک تمام علوم کے مآخذ حسی مدرکات ہیں۔ اسی طرح ڈیوڈ ہوم (David Hume)، برکلے (Berkeley) اور ولیم جیمز (William James) یہ تمام مفکرین ایک ہی نقطہ نظر کے حامل ہیں۔ ان کے نظریات کا ماحصل یہ ہے کہ انسانی علم کے حصول کے ذرائع حواس ظاہری ہیں۔[۵۵]

(۴) فارابی کے نزدیک حصول علم کے ذرائع میں عقل انسانی کو ایک اہم مقام حاصل ہے کیونکہ عقل مہبط علم ہے اور افضل ترین ہے ۔ جدید ماہرین تعلیم کے ساتھ جب ہم فارابی کے اس نقطہ نظر کا موازنہ اور تقابلی مطالعہ کرتے ہیں تو یہ سب فارابی کے پیروکار لگتے ہیں ۔ جدید ماہرین تعلیم میں ایک گروہ عقلیت پسندی (Idealism) کا قائل ہے ۔ ان کے نزدیک علم حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ حسی ادراک ہی نہیں ہوتا بلکہ تفکر و تدبر (Reflection and foresight) بھی ہیں ۔ جو ماہرین تعلیم عقلیت پسند ہیں ، ان میں افلاطون ، ڈیکارٹ ، سپائی نوزا اور کانٹ قابل ذکر ہیں ۔[۵۶] ان ماہرین کے تناظر میں جب ہم فارابی کے نقطہ نظر کو جانچتے ہیں تو ہمیں اس میں ان سے کہیں زیادہ وسعت ملتی ہے ۔ کیونکہ فارابی محض عقل ہی کو ذریعہ تعلیم نہیں سمجھتے بلکہ وہ عقول الہیہ کے بھی قائل ہیں ۔ انہی کے تحت وہ نبوت اور وحی کا ذکر کرتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ ذرائع علم میں نبوت و وحی حصول علم کے سب سے زیادہ وقیع اور قابل اعتماد ذرائع ہیں ۔ کیونکہ فارابی عقول انسانی کو عقول الہیہ کے مقابلے میں طفل مکتب سمجھتے ہیں ۔[۵۷]

(۵) امام ابو نصر الفارابی ہر علم کی دو اقسام بیان کرتے ہیں ۔ ایک نظری (Theoretical) اور دوسری عملی (Practical)، چنانچہ انہوں نے رسالۃ ''التنبیہ علی سبیل السعادۃ''[۵۸] میں خصوصیت کے ساتھ علوم النظریہ اور علوم العملیہ کو الگ الگ بیان کیا ہے اور اسی طرح رسالۃ ''تحصیل السعادۃ''[۵۹] میں بھی ''فضائل النظریہ و الفکریہ'' اور ''فضائل العملیہ و الخلقیہ'' کے ذریعہ انہی امور کی مزید وضاحت کی ہے ۔

نظری اور علمی علوم کے بارے میں جدید دور کے ماہرین نے بھی بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں جان ڈیوی (J.Dewey) تعلیم کے تجربی اور عملی (Pragmatic and experimental) پہلو پر یقین رکھتے ہیں ۔[۶۰] جبکہ فرویبل (Froebel) اور ہر بارٹ (Harbart) نظری اور واقعی (Idealistic, Realistic) نقطہ نظر کے حامی ہیں ۔[۶۱]

فارابی کا نقطہ نظر اس تقابل میں مغربی ماہرین تعلیم کی نسبت زیادہ جامع اور وسیع ہے ۔ کیونکہ اس میں توافق و تطابق دونوں موجود ہیں ۔ اس لحاظ سے کہ انہوں نے عقلی و نظری اور عملی و تجربی دونوں پہلوؤں کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے ۔

(٦) ابو نصر الفارابی تعلیم کے سلسلے میں اخلاقی تربیت کو بڑی اہمیت سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں طالب علم کو باہمت اور عمدہ صفات کا حامل ہونا چاہیے اور یہ معلم کا فریضہ ہے کہ وہ پہلے اپنے اندر یہ صفات پیدا کرے اور پھر تربیت کے ذریعہ طلباء کو بھی ان کا نمونہ بنائے۔

اس سلسلے میں یہاں روسو (J. J. Rousseau) کا تذکرہ بر محل ہوگا جو تعلیم کو انسانی خوشی اور انسانی بہتری کا باعث قرار دیتا ہے۔اس مقصد کے تحت اس نے "EMILE"[62] کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ روسو فارابی کے خیال کا تتبع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بچے کی تعلیم و تربیت میں اس کی عزت افزائی اور انفرادیت کی توقیر پیش نظر رہے، کیونکہ اسی ذریعہ سے اس میں عمدہ و اعلیٰ صفات پیدا ہو سکتی ہیں۔

روسو اٹھارویں صدی میں تعلیم کو انسانی خوشی اور فلاح کا باعث قرار دیتا ہے۔ جبکہ آٹھ سو سال پہلے فارابی تعلیم کو خیر عظیم اور ذریعہ سعادت بتا چکے ہیں۔ ان کے نزدیک سعادت وہ غایت ہے جو اچھے اعمال کے نتیجے میں میسر آتی ہے اور انسان اپنے اندر اچھے اعمال صرف حصول علم، تعلیم و تدریس اور اکتساب فنون سے پیدا کر سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"بل السعادة غاية، شانها ان تنال بالافعال الفاضلة على مثال حصول العلم عن التعلم والدرس و حصول الصنائع عن تعلمها۔"[63]

حواشی و حوالے

۱۔ ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء (مطبعہ الوھبیہ، ۱۸۸۲ء) ج ۱، ص ۱۳۴

۲۔ فارابی، احصاء العلوم، مقدمہ عثمان محمد امین (مصر: مطبعة السعادة ۱۳۵۰)، ص ۲۴

۳۔ البیہقی، تتمہ صوان الحکمہ، (لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۳۵ء) ص ۱۶۰

۴- الفارابی ، احصاء العلوم ، (قاہرہ : دارالفکر العربی ، ۱۹۴۸ء)

۵- الفارابی ، فصول المدنی (کیمبرج : یونیورسٹی پریس ، ۱۹۶۱ء)

۶- الفارابی ، الاراء المدینة الفاضلہ (مصر: مطبعہ النیل)

۷- ابن خلکان ، وفیات الاعیان، (مصر : مطبعہ السعادة ، ۱۹۴۸ء) ج ۴ ، ص ۲۳۹

۸- ابن القفطی ، تاریخ الحکماء (لیپزک : ۱۹۰۲ء) ص ۲۷۷

۹- ابن خلکان ، وفیات الاعیان، (مصر : مطبعہ السعادة ، ۱۹۴۸ء) ج ۱ ، ص ۲۳۹

۱۰- صاعد بن احمد ، طبقات الامم ، (بیروت : مطبعہ کاثولیکیہ ، ۱۹۱۲ء) ص ۵۴ ؛ ابن القفطی ، تاریخ الحکماء ، (لیپزک ، ۱۹۰۳ء) ؛ ابن ابی اصیبعہ ، عیون الانباء ، (مطبعہ الوہبیة ، ۱۸۸۲ء) ج ۱ ص ۱۳۴

۱۱- ابن خلکان ، وفیات الاعیان ، ج ۴ ، ص ۲۳۹

12. Nicholas Resher, *Al-Farabi's Short Commentary on Aristotle's Prior Analytics*, (Printed London : 1963), P. 11.

۱۳- البیہقی ، تتمہ صوان الحکمة ، ص ۱۷

۱۴- ابن القفطی ، تاریخ الحکماء ، ص ۲۷۹

۱۵- ابن خلکان ، وفیات الاعیان ، ج ۴ ، ص ۲۴۰

۱۶- ابن ابی اصیبعہ ، عیون الانباء ، ج ۲ ، ص ۱۳۸

۱۷- ابن خلکان ، وفیات الاعیان ، ج ۴ ، ص ۲۴۱

۱۸- عمر رضا کحالہ ، معجم المؤمنین ، (بیروت : مکتبہ المثنیٰ ، ۱۹۰۷ء) ج ۱۱ ، ص ۱۹۴ تا ۱۹۶

؛ خیرالدین زرکلی ، الاعلام ، قاہرہ : مطبعہ کوستاتسوماس ، ۱۹۵۶ء) ج ۷

؛ البغدادی ، هدیة العارفین ، (بیروت : مکتبه المثنی ۱۹۵۵ء) ج ۲ ، ص ۳۹ ، ۳۰

؛ ابن القفطی ، تاریخ الحکماء، (لیپزک، ۱۹۰۳ء) ص ۲۷۹ ، ۲۸۰

؛ ابن ابی اصیبعه ، عیون الانباء، (مطبعه الوهبیة ، ۱۲۹۹ء) ج ۲ ، ۱۳۳ تا ۱۴۰

؛ ابو الحسن البیهقی ، لتمه صوان الحکماء (لاہور : پنجاب یونیورسٹی ، ۱۳۵۱ھ) ص ۱۷

۱۹- زرکلی ، الاعلام ، ج ۷ ، ص

۲۰- عباس محمود العقاد - الفارابی ، مصر : مطبعه عیسی البابی الحلبی ، ۱۹۴۳ء) ص ۳۸ تا ۶۳

۲۱- محب الدین ، مبادی فلسفه القدیمه ، (القاهرة : مطبعه المؤید ، ۱۹۱۰ء) ترجمه الکتاب

۲۲- الفارابی ، فصول المدنی ، (کیمبرج : یونیورسٹی پریس ، ۱۹۶۱ء) ص ۱۲۶

23. AL-FARABI, *FUSUL-AL-MADANI*, Ed. by D. M. Dunlop, (Cambridge ; University Press, 1961), P. 43.

۲۴- الفارابی ، فصول المدنی ، ص ۱۲۶

۲۵- ایضاً : ص ۱۲۵

۲۶- ایضاً ، ۱۲۶

۲۷- ایضاً ، ص ۱۲۵

28. AL FARABI, *Fusul-Al-Madani*, P. 42.

۲۹- الفارابی ، فصول المدنی ، ص ۱۳۱

۳۰- فارابی ، تحصیل السعادة ، (حیدر آباد دکن : دائره معارف عثمانیه ، ۱۳۴۵ھ) ص ۲ تا ۵

31 Muhsin Mahdi, *Al-Farabi's Philosophy of ......,"* (New York : The free Press, 1962) P. 10.

۳۲- الفارابی ، احصاء العلوم ، ص ۱۰۹

۳۳- ایضاً ، ص ۱۰۹

۳۴- القرآن الحکیم : البقرة (۲ : ۲۶۹ ،

۳۵- الفارابی ، فصول المدنی ، ص ۱۲۹

۳۶- الفارابی ، تحصیل السعادة ، ص ۱ - ۴۷

۳۷- الفارابی ، فصول المدنی ، ص ۱۵۲

۳۸- ایضاً ، ص ۱۶۷

۳۹- الفارابی ، تحصیل السعادة ، ص ۱۴

۴۰- ابو الحسن البیهقی ۔ تتمه صوان الحکمة ، (لاہور : ۱۹۵۱ء) ص ۲۰

۴۱- الفارابی ، رسالة ما ینبغی ان یتقدم الفلسفه : دهلی : شمس المطابع ، ۱۳۱۲ه) ص ۹

۴۲- ایضاً ، ص ۲۰

۴۳- ایضاً

۴۴- ایضاً ، ص ۹

۴۵- ایضاً ، ص ۵۲

۴۶- ایضاً ، ص ۵۴

47. R. R. Hammond, *The Philosophy of Farabi and its influence on* Medieval thought, P. 1.

۴۸- فارابی ، ما ینبغی ان یتقدم الفلسفه، ص ۴۵

۴۹- فارابی ۔ احصاء العلوم ، (مصر : دارالفکر العربی ، ۱۹۴۸ء)

۵۰- محب‌الدین و عبدالفتاح ، مبادی الفلسفه‌ القدیمه (القاهره: السکة الجدیده ، ۱۹۱۰ء) مقدمه ، ص

۵۱- فارابی ، احصاء العلوم ، مقدمه عثمان امین ، ص ۵

۵۲- فارابی ، الاراء اهل المدینة الفاضله‌ (مصر: مطبعه‌ النیل)
؛ الفارابی ، فصول المدنی ، کیمبرج : یونیورسٹی پریس ، ۱۹۶۱ء)

۵۳- ایضاً ، الاراء اهل المدینة الفاضله‌، ص ۱۱